کیا کوئی چیز جاودانی اور ثابت قدم نہیں ہے

رئیس العلماء آیۃ اللہ سید کاظم نقوی صاحب قبلہ مدظلہ، علی گڑھ

مادہ پرستی کی بہت سی شاخیں ہیں۔ جن میں سے ایک جدلی مادیت ''میٹریالسٹک ڈایالیکٹکس'' (Materialistic) بھی ہے۔ اس نظریہ کے طرف داروں کا خیال ہے کہ دنیا کی کوئی چیز ایک حالت اور صورت پر باقی نہیں رہ سکتی۔ اس اصول سے کوئی شے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس کے دائرے میں جہاں انسان، جانور، درخت اور پتھر ہیں وہاں وہ علوم وفنون، افکار ونظریات، تاریخ، سماج اخلاق ومذہب کو بھی شامل ہے۔

پولیٹسر نے انگلس کی طرف منسوب کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ ڈایالیکٹکس (Dialectics) کے لیے کوئی چیز مطلق، بے قید، ثابت اور مقدس نہیں ہے، عالم وجود کی کسی چیز کو مکمل، ابدی اور قیود وشرائط کے بندھنوں سے آزاد سمجھا نہیں جا سکتا۔

اگر ایک ڈایا لکٹیشین (Dialactician) کی آنکھوں سے اس لمبی چوڑی دنیا، اس وسیع عالم وجود کی سیر کی جائے تو تمام چیزیں ادلتی بدلتی چلتی پھرتی، رواں دواں نظر آئیں گی۔ یہاں تک کے ان کے دوش بدوش، ان سے کاندھا بھڑائے علمی، فلسفی، فنی، قانونی، اخلاقی، سماجی، مذہبی مسائل اور اصول بھی دوڑ رہے ہیں۔ صرف اور صرف، فقط اور فقط جو چیز ابدی، جاودانی، مستقل اور پائیدار ہے وہ تغیر وتبدل ہے۔ چنانچہ پروفیسر پولیٹسر نے صراحت کی ہے۔

''جب ڈایالکٹیشین کی آنکھ سے موجودات کے اوپر نگاہ ڈالی جاتی تو پتہ چلتا ہے کہ ابدیت اور دوام کا مالک بس تغیر وتبدل ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کو ابدیت حاصل نہیں ہے''

(اصول مقدماتی فلسفہ)

دوسری طرف بھی عظیم المرتبت مفکرین اپنے نوشتہ جات میں ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ میٹا فزکس کے طرف داروں کے خیالات ہمارے نظریات کے بالکل برعکس ہیں۔ وہ ہر چیز کو مستقل، بے قید، ناقابل تبدیل اور لازوال سمجھتے ہیں۔ چنانچہ یہی پروفیسر پولیٹسر یوں رقم طراز ہیں۔

''فلسفہ خدا پرستی کی نظر میں تمام موجودات خشک اور جامد ہیں۔ اس لیے ہر وہ نتیجہ جو مندرجۂ ذیل اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نکالا جائے اسے۔۔۔ فزیکل استنباط کا نتیجہ کہا جا سکتا ہے۔

(الف) تمام امور کا یکساں اور لازوال ہونا۔

(ب) ابدی اور دائمی جداگانہ تقسیمات

(ج) ہر مسئلہ کو دوسرے مسائل سے الگ کر کے مستقل طور پر اس کے متعلق غور وخوض اور ریسرچ کرنا۔''

(اصول مقدماتی فلسفہ)

(۱) یہ افترا پردازی ہے

یہ غلط بیانی قابل افسوس ہے کہ خدا پرستوں کا طبقہ بلا استثناء تمام امور کو مستقل، اپنی جگہ پر ثابت قدم اور ناقابل تبدل سمجھتا ہے۔ سلجھے ہوئے وسیع الخیال سلیم الطبع اشخاص کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ سیدھے سادھے بھولے بھالے لوگوں کو ایک دوراہے پر کھڑا کر کے ان سے کہا جائے کہ دیکھو تمہاری آنکھوں کے سامنے بس دو راہیں ہیں، یا یہ مانو کہ تمام چیزیں ابدی، جاودانی اور ناقابل تغیر ہیں اور یا یہ قبول کرو کہ بلا استثناء تمام امور میں بدلنے کی صلاحیت ہے، یہی نہیں بلکہ ہر چیز تغیر وتبدل کی آماجگاہ ہے، وہ ثابت قدم اور برقرار نہیں ہے۔ اس ہمہ گیر اصول

سے علمی، فلسفی، ادبی اور مذہبی مسائل تک مستثنیٰ نہیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ بھولا بھالا آدمی چونکہ اپنی آنکھوں سے دنیا کے بہت سے موجودات کو دیکھتا ہے کہ انہیں ثبات وقرار نہیں ہے۔

اسے معلوم ہے کہ کوئی انسان، کوئی جانور، کوئی پودا اپنی پیدائش کے وقت سے لے کر آخر تک ایک حالت پر نہیں رہتا۔ ہمیشہ موجودات کی صورت بدلتی رہتی ہے، دومختلف زمانوں میں وہ ایک حالت پر برقرار نہیں رہتے، اس لیے وہ بیچارا دوسرا راستہ اختیار کر لیتا اور یہ مان لیتا ہے کہ کسی چیز کو بھی دوام حاصل نہیں ہے، کوئی شے بھی لازوال نہیں ہے۔ اس شخص میں یہ قابلیت نہیں ہے کہ وہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے کہ جس دوراہے پر مجھے لا کر کھڑا کر دیا گیا اس کا کوئی راستہ حقیقت تک نہیں پہونچا سکتا، میرے سامنے جو دو اصول رکھے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہمہ گیر نہیں ہے۔

کوئی صاحب عقل صرف یہی نہیں کہ بہت سی چیزوں کے تدریجاً، آہستہ آہستہ تبدیل ہونے کا انکار نہیں کر سکتا بلکہ وہ سختی سے اس کا طرفدار نظر آئے گا۔ بے شک خدا پرستوں کا طبقہ اس کی عمومیت اور ہمہ گیری کا قائل نہیں ہے۔ وہ ہرگز نہیں تسلیم کرتا کہ کوئی چیز اور کوئی مسئلہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ وہ بہت سے علمی، فلسفی، اخلاقی اور مذہبی اصولوں کی ابدیت کا قائل ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ جو چیزیں نیچر کی چار دیواری سے باہر ہیں وہ مقدس، لازوال اور ناقابل تغیر ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کے نزدیک حقیقتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ابدی، دائمی، جاودانی، دوسری متغیر، متبدل اور ناپائیدار۔

(۲) اپنے پیر پر خود کلہاڑی!

کہا جاتا ہے کہ تمام افکار ونظریات، تمام اصول وقوانین تغیر کے قابل ہیں اور اپنی ضد کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نظریہ کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اسنے اپنی عمومیت کی وجہ سے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خود ایک فلسفی نظریہ ہے جسے امتداد زمانہ کے بعد بدل جانا اور اس کی ضد کو اس کا قائم مقام ہو جانا چاہیے۔ اس بنا پر یہ نظریہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے ایک لازوال اصول کی حیثیت سے دیکھا جائے، کیونکہ وہ بھی دوسری چیزوں کی طرح مخصوص اقتصادی، حالات اور زمان ومکان کے خصوصیات کی پیداوار ہے۔ ان کی تبدیلی اس نظریہ کی تبدیلی کا سبب ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مارکس اور ان کے رفیق کار انگلس نے اپنے مخالفین سے مخاطب ہو کر کہا ہے۔

''بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ ہم سے بحث کرنے کی کوشش نہ کیجیے، کیونکہ خود آپ کے خیالات اس اقتصادی نظام کا نتیجہ ہیں جو لوگوں کے لیے حق مالکیت کا قائل ہے۔ وہ اس طریقۂ پیداوار کے مطابق ہیں جو سرمایہ داروں کا اختیار کیا ہوا ہے۔''

(مینیفسٹو (Manifesto) ص ۵۱)

تعجب ہے کہ کارل مارکس اور انگلس اسے بھول گئے کہ جس طرح دوسروں کے خیالات سرمایہ دارانہ نظام اقتصادی کی پیداوار ہیں اسی طرح خود ان کے نظریات بھی کسی نہ کسی اقتصادی حالت کا نتیجہ ضرور ہیں۔

توجہ کے قابل یہ نکتہ ہے کہ پروفیسر پولیٹسر نے اس بات کی مثال دیتے ہوئے کہ علوم وفنون بھی امتداد زمانہ کے بعد اپنی ضد سے تبدیل ہو جاتے ہیں فلسفۂ مادیت کی تبدیلی کا مسئلہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے صراحت کی ہے کہ ''قدیم یونان کے ناقص میٹریلزم نے قانون تغیر کے مطابق اپنی ضد یعنی آئیڈیلزم (Idealism) کی شکل اختیار کر لی لیکن جب آئیڈیلزم کی باری آئی تو وہ جدید فلسفہ مادیت جدلی (Materialistic Gialectics) کے ہاتھوں جلاوطن کر دیا گیا۔''

یہاں پہنچ کر پروفیسر پولیٹسر کا قلم رک جاتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ عام اور ہمہ گیر اصول تغیر کی رو سے انھیں اس دن کا انتظار کرنا چاہیے کہ جب دوبارہ آئیڈیلزم کے ہاتھوں میٹریلزم کا خاتمہ ہو جائے۔ اس لیے اسے ایک ہمہ گیر اور جاودانی فلسفی نظریہ کی حیثیت سے نہ ماننا چاہیے۔ اس کے پیر ڈگمگا رہے ہیں۔ وہ ہر وقت اپنی موت کے انتظار میں دم بخود بیٹھا ہوا ہے۔ ایسی

صورت میں اس نظریہ کا کیا علمی وزن باقی رہ جاتا ہے؟

مادہ پرست خدا پرست طبقہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب گفتگو کرتے اور اپنے نظریات بیان کرتے تو سو فیصدی آئیڈیلسٹ نظر آتے ہیں، لیکن جونہی عمل کی منزل میں قدم رکھتے فوراً بھیس بدل کر عملی طور پر میٹریلسٹ بن جاتے ہیں۔

ہم کچھ دیر کے لیے اس اعتراض کو مانے لیتے ہیں، لیکن ہمیں اس معزز مادہ پرست گروہ کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کے علم اور عمل میں بھی شدید اختلاف اور تضاد دکھائی دیتا ہے کیونکہ آپ نظریاتی طور پر بلا استثناء کسی چیز کو مقدس، ابدی اور بلا قید وشرط نہیں مانتے، لیکن عملی طور سے سوچنے کے موقع پر بلا قید وشرط غور وخوض فرماتے اور اپنے نتائج افکار کو ابدی، جاودانی، غیر مقید اور محترم جانتے ہیں۔

اس مقام پر ممکن ہے کہ دماغوں میں یہ شبہ گردش کرے کہ مادہ پرستوں نے اس اصول کے دائرے سے خود تغیر وتبدل کو نکال دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر چیز میں بدل جانے کی صلاحیت ہے۔ ہر شے تغیر وتبدل کی آماجگاہ ہے، لیکن خود یہ قانون مستثنیٰ ہے۔ اس صورت میں ان پر مذکورۂ بالا اعتراض نہیں ہوتا ہے۔

جواب میں عرض ہے کہ ہماری گفتگو کا مرکز بھی استثناء ہے۔ یہی غیر معمولی معجز نما استثناء! ہماری عرض یہی ہے کہ اس استثناء کی کیا وجہ ہے؟ اگر اس ہمہ گیر اصول سے قانون تغیر مستثنیٰ ہو سکتا ہے تو اس کے مان لینے میں مادہ پرستوں کے لیے کیا رکاوٹ ہے کہ اس قانون کے علاوہ بھی کچھ ابدی اور جاودانی حقیقتیں ہو سکتی ہیں؟ آخر آپ حضرات کے عقیدوں میں تضاد اور ٹکراؤ کیوں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ صرف قانون تغیر ابدیت اور دوام کی مسند پر تکیہ لگائے نظر آئے؟ کیا اسے انسان کے اسی دماغ نے جنم نہیں دیا ہے جو تغیر وتبدل کا شکار ہے؟ آخر اس غلط اور بے دلیل استثناء کے کیا معنی ہیں؟

(۳) سوچئے اور انصاف کیجئے

ہم مادہ پرست طبقہ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ذرا غور کیجیے کہ آپ کے ارشاد کے کیا نتائج ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ قانون تغیر عام اور ہمہ گیر ہے۔ ہر چیز اس کے دائرے میں داخل ہے۔ علوم وفنون، نظریات وخیالات، اخلاقیات، اقتصادیات، سماجیات، ادراکات وتصورات سب کے سب بدل جانے کے قابل ہیں۔ جب کہ اس قانون تغیر میں اتنی عمومیت ہے تو پھر بلا پس وپیش مان لیجیے کہ ریاضی کے تمام قاعدے اور فارمولے بھی اپنی جگہ مستقل اور ثابت قدم نہیں ہیں۔ چھوٹے بچے جو پہاڑہ رٹتے اور جسے بعض کاپیوں پر چھاپ دیا جاتا ہے وہ بھی بدل سکتا ہے، اہرام کے قوانین اور منشور بھی خود بخود دمٹ جانے کے قابل ہیں، فزکس کے ابھرے اور دھنسے ہوئے آئینے بھی بدل جائیں گے، کیمسٹری کا یہ فارمولہ بھی تبدیل ہوجائے گا کہ پانی کی ترکیب دو ایٹم ہائیڈروجن اور ایک ایٹم آکسیجن سے ہوئی ہے، طب کا یہ اصول بھی متزلزل ہوجائے گا کہ مختلف بیماریاں طرح طرح کے جراثیم سے پیدا ہوتی ہیں، ایک وقت آئے گا کہ جب پانی پیتے پیتے انسان کا پیٹ پھٹ جائے گا مگر اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔ ایک زمانہ آئے گا اور ضرور آئے گا کہ جب پانی جلانے کے کام آئے گا اور آگ بجھانے کا فریضہ انجام دے گی!!

عقلمندوں کا ذکر نہیں کوئی کم عقل اور بیوقوف آدمی بھی یہ باور نہیں کر سکتا کہ مذکورۂ بالا حقیقتیں اور ان کے مانند دوسری چیزیں بدل سکتی ہیں۔ تمام علوم وفنون میں کچھ ایسے اصول اور قوانین ضرور موجود ہیں جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں مان سکتا کہ کبھی تین کے عدد کو چار کے عدد میں ضرب دینے کا نتیجہ بارہ کے بجائے تیرہ یا دو اور دو کا مجموعہ چار کی جگہ پانچ ہو۔ جو شخص کیمسٹری سے تھوڑا سا بھی واقف ہے وہ کسی طرح یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ پانی دو ایٹم ہائیڈروجن اور پانچ ایٹم آکسیجن سے تیار ہونے لگے۔ کبھی علم ھیئت کے ماہرین یہ نہیں مان سکتے کہ سورج کا فاصلہ ہماری زمین سے کم اور چاند کا فاصلہ اسی زمین سے زیادہ ہوجائے۔ کوئی دور ایسا نہیں آسکتا کہ جب کرۂ ارض بڑا اور کرۂ شمس اس سے چھوٹا ہوجائے۔

(۴) یہ علم کے خیرخواہ نہیں

لطف یہ ہے کہ مادہ پرست اشخاص ہمیشہ علم کا دم بھرتے نظر آتے ہیں۔ جب بھی وہ کسی مورچہ پر دکھائی دیتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں اپنے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے علم وتحقیق کا ہتھیار ہوتا ہے، لیکن تھوڑی سی باریک بینی سے کام لینے کے بعد پتہ چل جاتا ہے کہ انھوں نے علمی حقیقتوں کی قیمت بڑھائی نہیں بلکہ گھٹائی ہے۔ انھوں نے تمام حقائق ومسائل کو مادی ماحول اور اقتصادی حالات کی پیداوار قرار دیا ہے۔ ان کے ساتھ مادہ پرستوں کا رویہ وہی ہے جو مفروضات کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ انھیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ان حقیقتوں کی عمر مختصر ہے۔ ان کا دور حکومت محدود ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ امتداد زمانہ ایک وقت میں ان کی ضد کو ان کی جگہ بٹھادے گا۔

بے ادبی اور جسارت معاف مادہ پرست مفکرین غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان سے بہت بڑی چوک ہوگئی ہے۔ انھوں نے مختلف طرح کی چیزوں کو ملا کر ایک عام فیصلہ کر دیا ہے۔ انھوں نے ریسرچ کسی شی کے متعلق کی ہے اور اس سے نتیجہ کسی شی کے بارے میں نکالا ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ بہت سی علمی تھیوریاں بدلتی رہتی ہیں، اتنا دیکھ کر انھوں نے زیادہ باریک بینی سے مزید تحقیق فرمانے کی زحمت نہیں برداشت کی۔ انھوں نے ریسرچ کے سلسلے میں بھی قناعت پسندی سے کام لیا ہے۔ وہ فوراً ایک ہمہ گیر اور عمومی اصول بنانے کے لیے تیار ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ سوچنے اور کام کرنے کا یہ ڈھنگ ٹھیک نہیں ہے۔ اسی لیے اس سے جو نتائج برآمد ہو کر سامنے آئے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔

ہر معاملہ فہم شخص سمجھ سکتا ہے کہ کرۂ زمین کی پیدائش کے سلسلے میں لاپلیس (Laplace) کے مفروضے اور ریاضی کے مانے ہوئے قواعد کے درمیان بڑا فرق ہے۔ ان دونوں میں کسی کا قیاس دوسرے پر نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ مادہ پرست حضرات میں سے اگر کسی سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے اس طرح کی کوئی بات کہی جائے تو وہ ناک بھوں چڑھا کر انتہائی حقارت آمیز اور نفرت انگیز لب ولہجہ میں کہیں گے کہ ان دقیانوسی باتوں کو چھوڑو، یہ پرانی ہو چکی ہیں، علم سے ان کے خلاف ثابت ہو گیا ہے، علم ایسا، علم ویسا علم علم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

کسی بات کا پرانا ہونا اس کے غلط ہونے کی دلیل نہیں۔ جس طرح کسی بات کا نیا ہونا اس کے معقول اور ٹھیک ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ بات پرانی اور بہت پرانی سہی، لیکن حقیقت کے سو فیصدی مطابق ہے کہ انسانی علوم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) بدیہات

ان سے مراد وہ واضح مسائل ہیں جن کے بارے میں ہر شخص بغیر سوچے بغیر غور وخوض کیے فوراً دوٹوک فیصلہ کر دیتا ہے۔ کسی دلیل اور برہان کی ضرورت نہیں ہے۔ ان مسائل کا ہر آدمی کو یقین ہے ہر ایک ان پر ایمان لائے ہوئے ہے بلکہ انھیں وہ دوسرے مسائل کا پتہ چلانے کا ذریعہ بناتا ہے۔ استدلال کی عمارت انھی کی بنیاد پر بلند ہوتی ہے۔

بدیہات کی مثالیں

ہر مجموعہ اپنے اجزا سے مقدار میں بڑا ہوتا ہے، ایک دو کا ادھا ہے، سورج چمکدار ہے، آگ جلانے والی اور پانی بہنے والا ہے، چار کا عدد جفت ہے، اسے دو برابر کے حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے، مجھے بھوک لگی ہے، میں پیاسا ہوں، وہ دوڑ رہا ہے، اسے شرمندگی ہے، ہر دھات گرمی پا کر پھیل جاتی یا پگھل جاتی ہے، اس دنیا میں ایک خود مختار ملک انگلینڈ ہے، انگلستان کا پایۂ تخت لندن ہے۔

(۲) نظریات

ان سے مقصود وہ علوم ہیں جو کد وکاوش، غور وخوض کے بعد حاصل ہوتے ہیں، انھیں استدلال کی ضرورت ہے، انھی کے سلسلے میں گرما گرم بحثیں ہوتی ہیں، ان کی بابت انسان بغیر اچھی طرح سوچ بچار کیے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ نظریات کی مثالوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ زمین اپنی جگہ چکی کی طرح گھوم بھی

بقیہ۔۔۔۔۔صفحہ ۲۶ پر

علماء میں مولوی مخدوم، شیخ اعظم ثانی، مولوی اعظم سندیلوی، مولوی عبدالحق مخدوم زادہ، مولوی حیدر علی اور مولوی اکبر علی پسران مولوی حمداللہ، مولوی احمد علی داماد مولوی حمداللہ۔

علمائے فرنگی محل میں، ملاعبدالحق، ملاحسن، ملاحسین، ملااولوالرحم ایسے علماء تھے جن کا مثل ہندوستان میں نہ تھا۔

علمائے فرنگی محل کو قضا و افتیٰ کی مسند پر سابق کی طرح بحال رکھا۔ ان کے علاوہ ملا احمد علی کو بھی قاضی مقرر کیا۔

حکومت کی سرپرستی اور علماء کی کثرت نے لکھنؤ کو علوم عربیہ کا مرکز بنا دیا۔ معقول و منقول فقہ و اصول اور کلام و مناظرہ میں بے مثل کتابیں لکھی گئیں اور دور دراز مقامات سے طلباے علوم اس سرچشمہ علم سے سیراب ہونے کے لئے پہنچنے لگے۔

دولت کی فراوانی، اطمینان اور بے فکری نے روساء، شعراء، علماء، سپاہی، داستان گو، صناع دستکار اور مے فروشان جمال کو یکجا کر دیا۔ اس اجتماع رنگارنگ سے ایک خاص معاشرہ پیدا ہو گیا۔ ہر رئیس کی سرکار سے طبیب، شاعر، شہ سوار، سپاہی اور ارباب نشاط کا وابستہ ہونا ضروری تھا اور رئیس صرف تماشائی نہ تھا بلکہ خود بھی شاعر، شہ سوار اور عاشق مزاج تھا۔ امرد پرستی عیب تھی۔ مہذب اور شائستہ گانے والیوں سے دلبستگی، حسن خلق، خوش پوشاکی، خوش خوراکی، وضع میں داخل تھی۔ نفاست پسندی اور جدت طرازی ہر شعبۂ زندگی میں کارفرما تھی۔ بانکپن کے ساتھ تواضع، فروتنی اور حسن خلق کا دلکش امتزاج تھا۔ شریف پروری اور ہمدردی کا جذبہ عام تھا، اہلبیتؑ سے عقیدت اور مودت، ان کے فضائل و مصائب کا بیان، تعزیہ داری اور مجلس بہترین کار خیر تھا اور ان کے دشمنوں سے بیزاری جز و ایمان۔

اس کا اثر زبان و شاعری پر یہ ہوا کہ میرؔ و سوداؔ کا انداز بدل گیا۔ ان کی آہ و زاری اور دنیا سے بیزاری کم ہو گئی۔ انہیں آنکھوں میں شراب کی مستی اور ہونٹ گلاب کی پنکھڑی نظر آنے لگے۔ غزلوں میں بھی اہلبیتؑ کی منقبت میں اشعار کہے جانے لگے اور تصوف کے مضامین کم ہو گئے۔

بھونڈی لفظیں اور بھدی ترکیبیں محسوس ہونے لگیں۔ سجن، سریجن موہن، پی، پیا، پیتم، پریتم (معشوق) درپن (آئینہ) اچھے (سے) سین۔ سیتی (سے) کدھین (کبھی) وغیرہ متروک ہو گیا۔ اور ان اصلاحوں کو دہلی والوں نے بھی بے تامل قبول کیا، کیونکہ اصلاح کرنے والے دہلوی تھے۔ اس طرح دہلی میں لکھنؤ کی اصلاحوں کو قبول کرنے کی بنیاد پڑی۔

(ماخوذ از نگار پاکستان، اگست ۱۹۶۷ء)

بقیہ۔۔۔۔ کیا کوئی چیز جاودانی اور ثابت قدم نہیں

رہی ہے اور سورج کا طواف بھی کر رہی ہے تو کوئی شخص بلا غور و خوض کیے اس دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب نہیں کر سکتا۔ یونہی اگر ہم تک یہ بات پہونچے کہ اس عالم کی ہر چیز نیست سے ہست ہوئی ہے۔ ہر شی کی پہلی حالت نیستی ہے، معدوم ہونے کے بعد وہ وجود میں آئی ہے تو یہ ایسی بات نہیں ہے کہ ہم فوراً اس کی تائید کر دیں۔ اس دعوے پر استدلال ہونا چاہئے۔ اگر قابل اطمینان دلیل موجود ہے تو ہمارا فیصلہ اس دعوے کے حق میں ہوگا ورنہ نہیں۔

اس سے قبل سوفسطائیوں کی رد میں بتایا جا چکا ہے کہ بدیہی اور نظری کسے کہتے ہیں۔ پھر کیف علوم کی ان دو قسموں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان میں سے جو بدیہیات میں داخل ہیں ہرگز امتداد زمانہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتا۔ رہ گئے ایسے نظریات جن کے بارے میں مضبوط قابل اعتماد ادلہ موجود ہیں وہ بھی ٹس سے مس نہیں ہو سکتے، وہ بھی ابدی اور لازوال حقیقتیں ہیں جن کے بدلنے کا کوئی امکان نہیں ہے، لہٰذا مادہ پرستوں کے اصول تغیر (The Law of change) کا دائرہ ہمہ گیر نہیں رہا۔

۞۞۞